ڈاکٹر غلام حسین زادہ
تہران یونیورسٹی، تہران

خواجہ یوسف ہمدانی کے بارے میں کچھ

اہم باتیں

خواجہ ابو یعقوب یوسف ابن ایوب ابن یوسف ابن حسین ابن وھریہ بوز بخردی ہمدانی کی ولادت شہر ہمدان میں ہوئی۔ ۱۸ سال کی عمر میں ابتدائی تعلیم سے فراغت حاصل کرنے کے بعد وہ بغداد چلے گئے اور اس دور کے جید عالم اور غیر معمولی شہرت کے حامل دانشور شیخ ابو اسحاق شیرازی کی شاگردی میں اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے میں سرگرم ہو گئے۔ واضح رہے کہ شیخ ابو اسحاق شیرازی کو (476A.H./1083A.D.) اس زمانے میں مدرسہ نظامیہ میں علم حدیث وعلم فقہ اور علم بیان کے شعبے میں غیر معمولی مقبولیت حاصل تھی۔ اس کے بعد انھوں نے اصفہان، سمنان اور خراسان کا سفر اختیار کیا اور شیخ ابو عبد اللہ جوینی، شیخ حسن سمنانی (476A.H./1017A.D.) اور شیخ ابو علی فرمدی جیسے بزرگ صوفیاء کرام سے ملاقات وگفتگو کا شرف حاصل کیا۔ خواجہ یوسف بڑی دلچسپی کے ساتھ ان بزرگوں کے درس میں شریک رہا کرتے تھے جس کی وجہ سے وہ روز بروز تصوف کی طرف مائل ہوتے چلے گئے۔ اس کے بعد انھوں نے سمرقند، بخارا، مرو اور ہرات جیسے مشہور شہروں کا سفر اختیار کیا اور درس وتدریس کے کاموں میں لگے رہے۔ ۵۰۶ھ مطابق ۱۱۱۳ء میں انھوں نے دوبارہ بغداد کا سفر اختیار کیا اور وہاں انھوں نے اپنے تبلیغاتی خطبات بھی جاری رکھے۔ اس سفر کے دوران انھوں نے ابن

سقا سے ملاقات کی اور ان کی قسمت کے بارے میں پیشین گوئی کا معاملہ بھی اسی سفر کے دوران رونما ہوا۔ انہوں نے اپنی زندگی کا آخری وقت اکثر و بیشتر شہر مرو اور ھرات میں بسر کیا۔ اپنی زندگی کے آخری مرحلہ میں ھرات سے مرو جاتے وقت ھرات اور بادغیس کے درمیان واقع باغ شور نامی علاقہ میں انہوں نے دم توڑ دیا۔ یہ علاقہ شہر بامیان سے متصل ہے۔ آخر کار انہیں اسی علاقے میں دفن کر دیا گیا۔ لیکن کچھ ہی دنوں بعد ان کے شاگرد عزیز ابن نجار نے ان کے جسد خاکی کو بامیان سے مرو منتقل کر دیا جہاں اس وقت ان کا مزار واقع ہے۔[1]

حضرت خواجہ یوسف کی زندگی کا سرسری مطالعہ کرتے وقت کچھ اہم باتیں دکھائی دیتی ہیں جن کا تجزیہ کیا جانا لازمی معلوم ہوتا ہے۔ پہلی اہم بات ان کی کنیت ”ابو یعقوب“ سے وابستہ ہے۔ دولت شاہ سمرقندی اور حمد اللہ مستوفی جیسے کچھ لوگوں نے غلطی اور لاعلمی کی وجہ سے اپنی کتابوں میں انہیں ”ابو یوسف“ کے نام سے یاد کیا ہے۔ ان کی اس بھول کی وجہ سے عصر حاضر کے محققین اس کی تکرار کرتے چلے جارہے ہیں لہذا خواجہ ابو یعقوب یوسف کی زندگی کے بارے میں تحقیق کرنے والے لوگوں کو اپنی تحقیق کے دوران صرف ابو یعقوب اور خواجہ یوسف جیسے نام پر اکتفا نہ کرنی چاہئے بلکہ فہرست اسامی کا مطالعہ کرتے وقت ”یوسف ہمدانی“ پر بھی خصوصی توجہ دینی چاہئے۔

دوسری اہم بات ان کی ولادت گاہ سے وابستہ ہے۔ درحقیقت ان کی ولادت گاہ ”بوزنجرد“ ہمدان سے ساوہ اور ری جاتے وقت پہاڑ کی سفید چوٹی پر واقع ہے۔ اگرچہ شہر ہمدان میں اس نام کا کوئی گاؤں نہیں پایا جاتا ہے لیکن جناب علی رضا اذکائی قرہ گوزلو اور ڈاکٹر پرویز اذکائی ہمدانی کا خیال ہے کہ بی جان گرد نامی گاؤں جس کو اس گاؤں کے لوگ ”بی جانی“ بھی کہتے ہیں، درحقیقت وہی قدیمی گاؤں ہے جس کو ماضی میں بوزنجرد کہا جاتا تھا۔

تیسری اہم بات ان کے مدفن سے متعلق ہے جس کے بارے میں تمام محققین نے پروفیسر سعید نفیسی کے بیان کو بنیاد قرار دیتے ہوئے[2] یہ لکھا ہے کہ خواجہ یوسف کا مقبرہ شہر

مرو سے تقریباً ۳۰ کیلومیٹر کے فاصلے پر بیرام علی کے قریب واقع ہے۔ یہ بیان تو بالکل درست ہے لیکن اس میں ایک غلط فہمی کا امکان ضرور ہے کہ لوگ موجودہ شہر مرو سے ۳۰ کیلومیٹر کے فاصلے پر خواجہ کا مقبرہ تلاش کرنے لگیں گے۔

درحقیقت خواجہ کا مقبرہ پرانے شہر کے اندر سلطان سنجر کے مقبرہ سے تقریباً ایک کیلو میٹر فاصلے پر واقع ہے جو شہر سے ۳۰ کیلومیٹر کے فاصلے پر آباد ہے وہ میری ہے جس کو ماری کے نام سے یاد کرتے ہیں لیکن مرو نہیں کہتے۔ اس علاقے کے رہنے والے بھی اسے مرو قدیم کے نام سے جانتے ہیں لیکن اکثر لفظ قدیم کا استعمال نہیں کرتے۔ درحقیقت شہر بیرام علی شہر مرو کے باہر اور شہر ساری سے تقریباً ۲۵ کیلومیٹر کے فاصلے پر واقع ہے لہٰذا اچھی طرح سمجھ لینا چاہئے کہ خواجہ کا مقبرہ قدیم مرو شہر میں سلطان سنجر کے مقبرہ کے قریب واقع ہے۔

اس سلسلے میں چوتھی اہم بات ابن نجار سے وابستہ ہے جن کے بارے میں یہ کہا جاتا ہے کہ ان لوگوں نے خواجہ کے جسد کو مرو منتقل کیا اور بعد میں ان کی قبر کے اردگرد مقبرہ کی تعمیر بھی کرائی۔ لیکن فطری طور پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ ابن نجار کون تھے؟ کیا یہ یوسف خواجہ کے شاگرد و مرید تھے؟ خواجہ یوسف کی وفات کے کتنے سال بعد ان کی قبر اس علاقے میں منتقل کی گئی؟ یہ ایسے سوالات ہیں جن کا اب تک کوئی جواب موجود نہیں ہے البتہ قیاس آرائیوں کا سلسلہ جاری ہے۔ اگر یہ شخص وہی مفسر و مورخ اور ماہر علم و ادب ہے جس نے صوفیا سے اپنی گہری عقیدت کی وجہ سے مشرقی ایران کا سفر اختیار کیا تھا ؎ اور جس کو شہر بغداد میں بڑی شہرت حاصل تھی تو اس کو خواجہ کا شاگرد کہنا درست نہیں ہے کیونکہ اس کی ولادت خواجہ کی وفات کے ۴۳ سال بعد ہوئی تھی۔ لہٰذا اس مسئلہ میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ یہ ابن نجار نام کا کوئی دوسرا شخص ہے جس کے احوال و آثار کے بارے میں ہم لوگوں کو اب تک کوئی معلومات حاصل نہیں ہوسکی۔ اس کے علاوہ قطعی طور پر یہ بھی نہیں معلوم ہوسکا کہ اس نے بغداد، اصفہان، سمنان۔ خراسان سمرقند، بخارا، مرو ھرات اور دیگر علاقوں اور ملکوں کا سفر کب کیا اور کس شہر

میں کتنی مدت تک قیام کیا۔مثال کے طور پر صحابیہ کے تحقیقی مقالہ کے علاوہ، جس پر زیادہ انحصار نہیں کیا جاسکتا، کسی دوسرے مستند تحقیقی بیان سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ اس نے مقدس مذہبی مقامات کی زیارت بھی کی۔ اس سلسلے کا دوسرا سوال ابن نجار کے دوسرے سفر بغداد سے متعلق ہے کہ اس سفر کے دوران وہ بغداد میں کتنے دنوں تک قیام پذیر رہے؟ دوسری بار وہ عراق کیوں گئے؟ کیا وہ اسی سفر کے دوران ہمدان ہوتے ہوئے بغداد گئے؟ اس بات کا قوی امکان ہے کہ وہ ہمدان کے راستہ بغداد گئے ہوں لیکن یہ بالکل نہیں معلوم کہ وہ ہمدان میں کتنے دن قیام پذیر رہے اور اس ناواقفیت کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ مستند کتب تذکرہ وتاریخ میں ان باتوں کا کوئی ذکر موجود نہیں ہے۔

عبد اللہ جوینی کے بارے میں جو ابتدائی اسناد ومدارک موجود ہیں ان سے پتہ چلتا ہے کہ وہ خواجہ کے سید وسردار ومرشد تھے لیکن خواجہ کے ہمعصر صوفیاء میں اس نام کا کوئی صوفی بزرگ موجود نہیں ہے۔ ملا جامی نے اپنی مشہور زمانہ کتاب "نفحات الانس"[۸] میں ابو عبد اللہ محمد بن حموی کو شیخ ابو الحسن کا شاگرد قرار دیا ہے جو شیخ حسن سمنانی المعروف بہ سکاک کے معاصر تھے۔ ان کی طرح وہ بھی شیخ ابو الحسن بستی کے پیرو تھے جو شیخ ابو علی فرمدی کے پیرو تھے شیخ ابو علی فضل بن محمد بن علی فرمدی درحقیقت شیخ ابو القاسم قشیری اور سید عثمانی ذکی تالثی کے شاگرد تھے جس کے بعد خواجہ یوسف کے شاگردوں میں عبد اللہ جوینی کی جگہ ابو عبد اللہ جوینی کا نام لیا چاہئے۔

ہم لوگوں کو خواجہ یوسف ہمدانی کے جانشین خواجہ عبد اللہ براقی خوارزمی کے سال وفات کا بھی کوئی علم نہیں ہے کیونکہ اس دور کے تاریخی اسناد ومدارک میں اس کا کوئی ذکر موجود نہیں ہے البتہ ان اسناد میں خود خواجہ اور ان کے دوسرے جانشین خواجہ حسن اندقی نجاری (۱۱۵۷/۵۵۲) کا ذکر موجود ہے۔

بہر حال مستند کتب تاریخ وتذکرہ میں موجود عبارتوں سے اس حقیقت کی نشاندہی نہیں

ہوتی ہے کہ حکیم سنائی خواجہ یوسف ہمدانی کے شاگرد تھے بلکہ اکثر مورخین اور دانشمندوں نے اس سلسلے میں شک کا اظہار کیا ہے۔ ۱۰ ان کی دلیل یہ ہے کہ اگر حکیم سنائی خواجہ یوسف کے شاگرد ہوتے تو انہوں نے اس کا ذکر ضرور کیا ہوتا۔ چونکہ سنائی نے اپنی کسی تالیف میں اس بات کی طرف کوئی اشارہ نہیں کیا ہے لہذا اس بات پر باور نہیں کیا جاسکتا کہ خواجہ یوسف ہمدانی اور سنائی کے درمیان استاد وشاگرد کا رشتہ تھا۔ ۱۱ پھر بھی دونوں صوفی بزرگوں کے درمیان ملاقات کا امکان ضرور ہے کیونکہ دونوں ایک دوسرے کے معاصر تھے لیکن سنائی سن وسال کے اعتبار سے ان سے چھوٹے ضرور تھے کیونکہ وہ ۴۷۳ ہجری مطابق ۱۰۸۱ء میں پیدا ہوئے تھے۔ نوجوان ہونے کی وجہ سے انہوں نے پہلے غزنی اور اس کے بعد خراسان کا سفر اختیار کیا اور برسوں بلخ، سرخس، مرو، ہرات اور نیشاپور میں قیام پذیر رہے۔ ان کی وفات اسی زمانہ میں واقع ہوئی جس زمانہ میں خواجہ یوسف ہمدانی نے اس دارفانی کو الوداع کہا ۱۲ ان حقائق کی روشنی میں یہ کوئی ناممکن بات نہیں ہے کہ دونوں صوفی بزرگوں کے درمیان ملاقات ہوئی ہو۔

اس ضمن میں تیسری چیز خواجہ یوسف ہمدانی کے آثار وتصانیف سے متعلق ہے۔ بیشتر محققین نے بالخصوص رتبات الحیاۃ پر ڈاکٹر امین اللہ ریاحی کے تعارف کی وجہ سے یہ نتیجہ اخذ کرلیا کہ یہ کتاب ان کی اکلوتی یادگار ہے اور دیگر کتابوں کے سلسلے میں ان لوگوں نے ان تصانیف کی طرف اشارہ کیا ہے جن کا ذکر کتب تاریخ میں موجود ہے۔ ایک طویل عرصہ سے صوفیانہ آثار وافکار کی تحقیق میں سرگرم جناب مائل ھروی نے یہ اعلان کیا کہ انھیں خواجہ یوسف ہمدانی کی تصنیف کردہ کتاب ''کشف'' حاصل ہوگئی ہے۔ بعض مورخین پہلے بھی خواجہ یوسف ہمدانی کی اس کتاب کی طرف اشارہ کرچکے ہیں۔ اس سے پہلے خواجہ یوسف ہمدانی کے شاگرد ابوجعفر محمد سیرومی نے ایک ذریعہ سے اپنے تحقیقی مقالہ میں اس کتاب کیطرف اشارہ کیا ہے جس کا نام ہے شمس الدین محمد دیلمی کا مقالہ، جناب مائل ھروی کا خیال ہے کہ منازل السایرین ومنازل السالکین نامی کتاب کوخواجہ یوسف سے منسوب کرنا درست نہیں ہے کیونکہ یہ کتاب

کشف کا بقیہ حصہ ہے جس کا پورا نام اس طرح بیان کیا گیا ہے۔ ''الکشف المنازل السیرین علی اللہ عزوجل پس جناب نجیب مائل ھروی کے بیان کے بموجب منازل نام کی کوئی دوسری کتاب نہیں ہے۔ مائل ھروی نے مقالہ کے ساتھ کتاب کے قلمی نسخہ کا وہ صفحہ بھی شائع کردیا تھا جس پر کتاب کا مکمل عنوان موجود ہے اس سے پہلے بعض محققین نے منازل السایرین اور منازل السالکین کو کبھی ایک اور کبھی دو علیحدہ کتابوں کی شکل میں پیش کیا ہے اور ان دونوں کتابوں کو خواجہ یوسف ہمدانی کی تصانیف کی فہرست میں شامل کیا ہے لیکن بعض محققین نے اس بات پر شک کا اظہار کیا ہے کہ یہ خواجہ یوسف ہمدانی کی تصنیف ہے۔ کچھ لوگوں نے یہ خیال بھی ظاہر کیا ہے کہ خواجہ عبد اللہ انصاری کی منازل السایرین کا خلاصہ ہے اور کچھ لوگوں نے اس بات کی تردید کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اس کتاب کو خواجہ عبد اللہ انصاری سے منسوب کرنا غلط ہے۔

اس کے علاوہ دوسرا مسئلہ خواجہ یوسف ہمدانی کی تصانیف کی فہرست میں قلمی نسخوں پر مشتمل دو نہایت مختصر رسالوں کی شمولیت سے وابستہ ہے۔ جناب جلیل مسگر نژاد نے ان دونوں مختصر ترین رسالوں کو شائع کردیا ہے۔ ان میں سے ایک فارسی زبان میں ہے جس کا عنوان ہے ''دربیان توحید'' جو ایک مقالہ کے ساتھ مجلۂ معارف کے دوسرے شمارہ میں شائع ہوچکا ہے۔ [۱۹] اور جس کی اصل کاپی تہران یونیورسٹی کی لائبریری میں موجود ہے۔ دوسرا رسالہ عربی زبان میں دس صفحات پر مشتمل ہے اور جس کا عنوان ''صفوۃ التوحید التصفیہ المرید ہے یہ رسالہ بھی مجلۂ معارف میں شائع ہوچکا ہے اور اس کی کاپی کتابخانہ سپہ سالار میں محفوظ ہے [۲۰] اس کے علاوہ ہمیں ان کتابوں کو بھی قطعی نظر انداز نہیں کرنا چاہئے جو تصوف و عرفان کی کتابوں کی حیثیت سے منظر عام پر آئی ہیں جیسے احمد پارسا کی کتاب فصل الخطاب ہے جو رشحات الحیات کی طرح ضخیم بھی ہے۔

قلمی نسخوں کی فہرست میں ایک کتاب '' انوار حکمت'' کے نام سے پائی جاتی ہے

جس پر مصنف کا نام خواجہ یوسف ہمدانی درج ہے۔ یہ کتاب ایران کی قومی لائبریری میں شمارہ/ ۳ ۷۰۲ ۱۴۲ کے ساتھ محفوظ ہے۔ میں نے اس کتاب کی ایک فوٹو کاپی اس نیت کے ساتھ حاصل کی تھی کہ اس کی ترتیب و اشاعت کا کام انجام دوں گا لیکن مطالعہ کے بعد اندازہ ہوا کہ یہ خواجہ یوسف ہمدانی کی تصنیف نہیں ہے بلکہ اس کا مصنف کوئی اور ہے جس کا عقیدہ شیعہ اسلام پر ہے جبکہ خواجہ یوسف ہمدانی ایک سنی عقیدہ کے حامل صوفی بزرگ تھے۔ اس کے علاوہ بھی اس کتاب کے مصنف کا زمانہ خواجہ حافظ کے بعد کا زمانہ ہے کیونکہ کتاب کے متن میں مصنف نے جگہ جگہ پر حافظ کے اشعار نقل کئے ہیں۔

دوسرا اہم مسئلہ رسالہ صحابیہ سے جڑا ہوا ہے جو خواجہ یوسف ہمدانی کے حالات زندگی پر مشتمل ہے۔ یہ رسالہ ان کے شاگرد خواجہ عبد اللہ تجدوانی کی تخلیق ہے۔ اگر چہ تمام محققین نے اس رسالہ کو عبد الخالق تجدوانی سے منسوب کرنے کو غلط قرار دیا ہے اور اس میں درج باتوں کو بھی تحقیق و تجزیہ طلب بیان کیا ہے تاہم ایشیای وسطی کے اکثر محققین نے خواجہ یوسف ہمدانی کے سلسلے میں جو وقائع اس کتاب میں موجود ہیں ان کو مبنی بر حق تسلیم کرتے ہوئے جگہ جگہ بطور حوالہ نقل کردیا ہے۔ اس جگہ اس بات کی وضاحت لازمی معلوم ہوتی ہے کہ خواجہ یوسف ہمدانی کی ولادت وفات، مدفن کے سلسلے میں اس کتاب میں جو کچھ کہا گیا ہے وہ غلط ہے۔ مزید تحقیق واطلاعات کے لئے دائرۃ المعارف اسلامیہ میں موجود رتبات الحیاۃ پر لکھے گئے محمد امین ریاحی کے مقدمہ کا مطالعہ کیا جاسکتا ہے ۱۵۔ اس کے باوجود استاد سعید نفیسی نے ایران میں اس رسالہ کو شائع کیا اور ان کے علاوہ جناب عارف عثمانی بھی اس کتاب کو ازبکستان میں ازبک زبان میں شائع کر چکے ہیں۔

حوالے:

ا۔ عظیم اسلامی دائرۃ المعارف کا تعارف از امین ریاحی جلد ۲ ص ۴۳ جس میں ابو یعقوب ہمدانی نامی ذیلی عنوان کے تحت ان کا تذکرہ موجود ہے۔

۲۔تذکرہ دولت شاہ سمرقندی ص۔ ۶۷
۳۔تاریخ گزیدہ ص۔۶۷و ۷۷ ۳
۴۔مجلۂ ایران شناخت شمارہ ۱۲ ص ۴۷
۵۔فصلنامہ ہمدان تابستان ۲۵ ۳۴ص ۴۷
۶۔History of Prose & Poetry Page-2
۷۔دائرۃ المعارف اسلامی جلد ۵ ص ۲۵
۸۔نفحات الانس ملا جامی۔ص۔۳۷۵
۹۔مقالہ مذکور ص۔ ۳۰
۱۰۔تذکرۂ دولت شاہ سمرقندی ص ۷۷۔نفحات الانس ۔ملا جامی۔ص ۵۹۵،عرفات العاشقین۔ تقی الدین اوحدی اصفہانی ، تاریخ فارسی از ذکتر ذبیح اللہ صفا جلد ۲ ص۔ ۵۵۶ جناب مدرس رضوی ،مولف دیوان سنائی ص۔ ۴۴
۱۱۔دیوان سنائی کا تعارف از مدرس رضوی ص۔ ۴۴
۱۲۔تاریخ فارسی از ذبیح اللہ صفا جلد ۲ ص۔ ۵۶۲ لغایہ ۵۸۲
۱۳۔مجلۂ معارف شمارہ ۲ جلد ۵۰ شمارہ کتاب ۱۸/ ۲۱۱۴ ہے
۱۴۔مجلۂ معارف شمارہ کتاب ۱۷۹۷ کتابخانہ سپہ سالار
۱۵۔دائرۃ المعارف اسلامی ص۔ ۸

☆☆☆☆